اسلامی تعلیمات کی روشنی میں جنگی کارروائی کے اخلاقی ضابطے (علمی و تحقیقی جائزہ)

Ethical Guidelines for Warfare in the Light of Islamic Teachings (Scholarly and Research Review)

Dr. Hafiz Muhammad Sani
Dean Faculty of Arabic and Islamic Studies,
Federal Urdu University, Karachi
Email: maani@fuuast.edu.pk
Iqrar Hussain
PhD Scholar, Qurtuba University of Sciences and
Information Technology, Peshawar
Dr. Aman Ullah
Lecturer, Department of Islamic Studies,
Makran University, Baluchistan
Email: Amanamin400@gmailc.com

ABSTRACT

Islam is a religion that aligns with human nature, offering a comprehensive system for life. It provides guidance in every aspect—spiritual, social, political, and economic—ensuring justice, compassion, and balance.

One of its core teachings is the promotion of peace and harmony. Islam encourages ethical conduct, respect for others, and conflict resolution through wisdom and understanding.

Islam has a well-defined framework for warfare, emphasizing justice, ethical boundaries, and the protection of human rights. Its military laws and ethical standards serve as guiding principles to ensure that armed conflicts remain within moral limits.

Islam strictly forbids oppression, cruelty, and unnecessary violence, even in times of war. Its teachings emphasize justice, mercy, and ethical conduct, ensuring that conflicts remain within moral boundaries.

This article explains the ethical guidelines of warfare in the light of Islamic teachings, proving that Islam is a religion of peace and humanity, seeking the eradication of oppression and brutality from the world.

Keywords: Islam, Ethical guidelines, warfare, peace, oppression

عالمی ادیان و مذاہب میں اسلام کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ یہ کامل و مکمل دین اور ابدی ضابطہ حیات ہے۔ اسلام کی تعلیمات آفاقیت و جامعیت کی حامل ہیں، اس لحاظ سے اسلام ایک آفاقی اور عالمی مذہب ہے۔ یہ دینِ

فطرت اور دینِ انسانیت ہے۔ بلاشبہ اسلامی تعلیمات احترامِ انسانیت، رواداری اور امن و سلامتی کی ضامن ہیں، اسلامی تعلیمات کی رو سے بلا تفریق و مذہب و ملّت کسی بھی بے گناہ انسان کا قتل پوری انسانیت کے قتل کے مترادف ہے، جب کہ کسی ایک انسان کی زندگی کو بچانا پوری انسانیت کو بچانے کے مترادف ہے۔ اسلام سلامتی اور ایمان امن سے عبارت ہے۔ اعلیٰ انسانی اور اخلاقی اقدار پر مبنی اسلامی تعلیمات ایک مثالی اور پُرامن انسانی معاشرے کے قیام کی حقیقی ضامن ہیں۔

امرِ واقعہ یہ ہے کہ بین الاقوامی اخلاقیات، بین الاقوامی قانون اور فلسفہ قانون کے میدان میں بھی دنیا احترامِ انسانیت، رواداری، امن و سلامتی اور مثالی انسانی معاشرے کے قیام کے لیے حالت جنگ و امن میں شاندار اسلامی ورثہ اور اعلیٰ اخلاقی اقدار پر مبنی اسلامی ہدایات و تعلیمات کی محتاج ہے۔ اسلام میں جنگ اور جہاد ایک مقدس دینی فریضہ ہے، اس حوالے سے اسلامی تعلیمات و ہدایات ایک مکمل اخلاقی ضابطے اور دستور کی حیثیت رکھتے ہیں۔ جن کی پابندی ہر حال میں ضروری قرار دی گئی ہے۔ اس پاکیزہ تصور کے تحت اسلام میں جنگ کا ایک مکمل قانون اور اخلاقی ضابطہ وضع کیا گیا، جس میں اس کے اہداف و مقاصد، اخلاقی حدود، محاربین اور غیر محاربین کے حقوق و فرائض، مقاتلین اور غیر مقاتلین (جنگی فوجی اور عام شہری) کا امتیاز اور ہر ایک کے حقوق کا تحفظ، سفراء اور اسیرانِ جنگ کے حقوق، مفتوح قوم یعنی قیدیوں کے حقوق، عام شہریوں کے حقوق کا تحفّظ اور ان سے حسن سلوک کی ہدایات و تعلیمات اسلام کے عسکری قانون اور جنگی کارروائی کے سلسلے میں راہ نما دستور و قانون کی حیثیت رکھتی ہیں۔

پیشِ نظر مقالہ اس ضمن میں جنگی کارروائی کے حوالے سے قرآن و سنت کی جامع ہدایات و تعلیمات، اسوۂ رسول ﷺ، تعلیمات نبوی، فقہ اسلامی اور اسلامی فکر و فلسفہ کی روشنی میں علمی و تحقیقی اسلوب و تقابلی و تجزیاتی منہج میں تحریر کیا گیا ہے۔ جس سے یہ واضح ہو سکے کہ اسلام حالتِ جنگ اور عسکری کارروائی کے حوالے سے مثالی اخلاقی اقدار، جامع ہدایات اور روشن تعلیمات پیش کرتا ہے، جو احترامِ انسانیت کا جامع تصور عطا کرتی اور امن و سلامتی کی حقیقی ضامن ہیں۔

”جنگ“ کا لغوی و اصطلاحی معنیٰ و مفہوم:

اردو زبان و ادب میں ”جنگ“ کا لفظ فارسی زبان سے حاصل کردہ ہے، جو کہ اسم مؤنث کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے، جس کے معانی ”جامع اللغات“ کے مطابق لڑائی، رزم، جدال، معرکہ، رن، کارزار، یُدھ، محاربہ، نبرد، حرب، پیکار، جدل، عداوت، بیر، دشمنی اور مخالفت کے ہیں۔ ”فرہنگِ آصفیہ“ میں اوپر دیے گئے معانی کے علاوہ ”جُدھ، خصومت، جرفاش اور مخاصمت درج ہیں۔ ”لغاتِ کشوری“ کے مطابق لڑائی کے ہیں۔

"فرہنگِ جامع" کے مطابق لڑائی جھگڑے کے ہیں۔ "نور اللّغات" کے مطابق لڑائی، معرکہ، عداوت، کینہ اور بیر کے ہیں۔[1]

انگریزی زبان میں جنگ کے لیے "WAR" کا لفظ ملتا ہے، جو یورپ و ہند کی تواریخ میں مستعمل رہا ہے۔ اس کے معانی بے ترتیبی، ابتری، پریشانی اور گڈ مڈ کرنے کے لیے جاتے ہیں۔ ان رائج الفاظ نے کئی زبانوں میں ملتے جلتے الفاظ کو نہ صرف جنم دیا۔ یوں معنی سے مطلب، مطلب سے زبان اور زبان سے بیان کا سفر کرتے یہ لفظ کم و بیش پوری دنیا کی تمام ہی زبانوں میں ایک ہی معنیٰ و مفہوم کے ساتھ رائج ہے۔[2]

دین اسلام میں امن و سلامتی کا تصور، احترام انسانیت اور انسانی جان کی عظمت و اہمت:

انسانی معاشرت میں سب سے مقدّم شے انسان کی جان ہے۔ دنیا کے تمام مہذب قوانین اور شریعتوں میں احترامِ نفس احترامِ انسانیت کا یہ اصول موجود رہا ہے۔ اسی اصول کی بنیاد پر انسانی معاشرت منظّم ہوتی ہے۔ انسانی زندگی کی پوری تگ و دو اسی اصول کے گرد گھوم رہی ہے۔ اجتماعی زندگی کے مظاہر سب ایک مقصد کی غمازی کرتے ہیں اور وہ انسانی جان کا تحفظ و احترام ہے۔ انسانی جان اور اس کے متعلقہ ذرائع کو ناحق ضائع کرنا بہت بڑا جرم ہے۔ قرآن پاک نے اس حقیقت کو اس طرح واضح کیا ہے:

{مِنْ أَجْلِ ذَلِكَ كَتَبْنَا عَلَى بَنِي إِسْرَائِيلَ أَنَّهُ مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا}[3]

"اسی بناء پر ہم نے بنی اسرائیل کو یہ لکھ کر دے دیا کہ جو کوئی کسی کی جان لے، بغیر اس کے کہ اس نے کسی کی جان لی ہو، یا زمین میں فساد کیا ہو تو گویا اس نے تمام انسانوں کا خون کیا اور جس نے کسی کی جان بچائی، تو گویا اس نے تمام انسانوں کو بچایا۔"

اسلام کی بنیاد امن و سلامتی اور انسان دوستی پر ہے، اسلام سلامتی، اور ایمان، امن سے عبارت ہے، اسلام نے دنیا کو پُر امن بقائے باہم پر مبنی احترام انسانیت کا فلسفہ عطا کیا، اس نے یہ ضابطہ عطا کیا کہ اسلام کی نظر میں انسان کی جان محترم ہے، اس کی نظر میں ایک بے گناہ انسان کا قتل پوری انسانیت کے قتل کے مترادف ہے۔ نبی رحمت، محسن انسانیت ﷺ نے انسانی جان کے احترام کی ہمیشہ تلقین کی۔ اس حوالے سے فرمانِ نبوی ﷺ ہے:

عن أنس رضي الله عنه، قال: سئل النبي صلى الله عليه وسلم عن الكبائر، قال: الإشراك بالله، وعقوق الوالدين، وقتل النفس، وشهادة الزور.[4]

"انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بڑے گناہوں میں سے سب سے بڑا گناہ اللہ کے ساتھ شریک کرنا ہے، پھر قتلِ نفس، پھر والدین کی نافرمانی کرنا اور پھر جھوٹ بولنا۔"

انسانی جان کا احترام جب اٹھ جائے اور انسانی حقوق پامال ہوں تو انفرادی و اجتماعی فساد پیدا ہو جاتا ہے۔ یہ فتنہ و فساد قتل بغیر الحق سمیت بہت سی صورتوں میں رونما ہوتا ہے۔ یہ فتنہ و فساد افراد بھی برپا کرتے ہیں اور جماعتیں بھی۔ اس سے افراد کے حقوق پامال ہوتے ہیں، نسلیں اور کھیت کھلیان برباد ہوتے ہیں، مذہبی آزادی مجروح ہوتی ہے۔ ایک جگہ قوموں کی باہمی دشمنی وعداوت کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد ربانی ہے:

{كُلَّمَا أَوْقَدُوا نَارًا لِلْحَرْبِ أَطْفَأَهَا اللَّهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِينَ}[5]

"یہ لوگ جب کسی جنگ و خونریزی کی آگ بھڑکاتے ہیں تو اللہ اسے بجھا دیتا ہے۔ یہ زمین میں فساد برپا کرنے کی کوشش کرتے ہیں مگر اللہ مفسدوں کو پسند نہیں کرتا۔"

ایسی حالت میں جنگی کارروائی جائز ہی نہیں، بلکہ فرض ہو جاتی ہے۔ اس وقت انسانیت کی سب سے بڑی خدمت یہی ہوتی ہے کہ ان ظالموں کے خون سے زمین کو پاک کر دیا جائے، ان مفسدوں اور فتنہ پردازوں کے شر سے اللہ تعالیٰ کے مظلوم و بے بس بندوں کو نجات دلائی جائے۔ جنگ کی اسی مصلحت وضرورت کو خدائے حکیم و خبیر نے اپنے حکیمانہ ارشاد سے ظاہر فرمایا ہے:

{وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَصَلَوَاتٌ وَمَسَاجِدُ يُذْكَرُ فِيهَا اسْمُ اللَّهِ كَثِيرًا}[6]

"اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کو ایک دوسرے کے ذریعے دفع نہ کرتا تو صومعے اور گرجے اور معبد و مسجدیں جن میں اللہ کا ذکر کثرت سے کیا جاتا ہے، مسمار کر دیے جاتے۔"

جنگ کی اسی مصلحت اور ناگزیر صورت کو دوسری جگہ یوں بیان فرمایا گیا:

{وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَفَسَدَتِ الْأَرْضُ وَلَكِنَّ اللَّهَ ذُو فَضْلٍ عَلَى الْعَالَمِينَ}[7]

"اور اگر اللہ لوگوں کو ایک دوسرے کے ذریعے دفع نہ کرتا تو زمین فساد سے بھر جاتی، مگر اللہ تعالیٰ تو دنیا پر بڑا فضل کرتا ہے۔"

اسلام میں جنگ اور جنگی کارروائی کا جواز اور اس کا ضابطہ اخلاق:

اسلامی شریعت نے جنگ اور جنگی کارروائی کے دوران انسانیت کے تقاضوں کی پابندی لازم ٹھہرائی ہے۔ مسلمانوں کو جب مشرکین کے ظلم کے خلاف مزاحمت کی اجازت دی گئی تو اسی وقت انہیں بتا دیا گیا تھا کہ بدلہ لینے میں وہ حد سے تجاوز نہیں کریں گے۔ اس حوالے سے ارشاد فرمایا گیا:

{وَإِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوا بِمِثْلِ مَا عُوقِبْتُمْ بِهِ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِلصَّابِرِينَ}[8]

"اور اگر تمہیں بدلہ ہی لینا ہے تو اتنا ہی بدلہ لو جتنی تم پر زیادتی کی گئی ہے اور اگر تم نے صبر کی روش اختیار کی تو یہی صبر کرنے والوں کے لیے بہتر ہے۔"

اسی طرح ایک موقع پر ارشاد فرمایا گیا:

{وَالَّذِينَ إِذَا أَصَابَهُمُ الْبَغْيُ هُمْ يَنْتَصِرُونَ (39) وَجَزَاءُ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِثْلُهَا فَمَنْ عَفَا وَأَصْلَحَ فَأَجْرُهُ عَلَى اللَّهِ إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ (40)}[9]

"اور جب ان پر زیادتی ہو تو وہ بدلہ لیتے ہیں اور برائی کا بدلہ اس کے برابر کی سزا ہے۔ پس جس نے معاف کیا اور اصلاح کی تو اس کا اجر اللہ کے ذمے ہے۔ یقیناً وہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا۔"

اسی طرح جب انہیں جنگ کا حکم دیا گیا تو ساتھ ہی یہ ہدایت دی گئی کہ مخالفین کے ظلم کے باوجود وہ حد سے تجاوز نہیں کریں گے۔ ارشاد ہوا:

{وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ}[10]

"اور تم اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں، مگر زیادتی نہ کرو، کیوں کہ اللہ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔"

سیدنا عبد اللہ بن عباسؓ نے ان تمام کاموں کو حد سے تجاوز قرار دیا، جن سے رسول اللہ ﷺ نے جنگ کے دوران منع فرمایا ہے، جیسے عورتوں اور بچوں کا قتل، مثلہ وغیرہ۔[11]

یہی تفسیر ان کے عظیم المرتبت شاگرد امام مجاہدؒ سے مروی ہے۔ اموی خلیفہ راشد سیدنا عمر بن عبد العزیزؒ سے بھی یہی مروی ہے اور رئیس المفسرین امام ابن جریر الطبریؒ نے بھی اسی قول کو ترجیح دی ہے۔[12]

شریعتِ اسلامیہ نے جنگ کو اس وجہ سے جائز ٹھہرایا ہے کہ بعض اوقات اس کے سوا کوئی چارہ کار نہیں ہوتا، ورنہ اگر پُرامن طریقوں سے مسئلہ حل ہو سکتا ہو تو شریعت نے پرامن طریقے اپنانے کی ہدایت کی ہے۔ اسی وجہ سے فقہاء کی غالب اکثریت نے قرار دیا ہے کہ غیر مسلموں سے جنگ کا حکم اس وجہ سے نہیں دیا گیا کہ وہ اسلام قبول نہیں کرتے، بلکہ اس وجہ سے ان سے جنگ کا حکم دیا گیا کہ وہ اسلام یا مسلمانوں کے خلاف جنگ کرتے ہیں۔ اصطلاحی الفاظ میں اس بات کی تعبیر یوں کی جاتی ہے کہ قتال کی علّت "محاربہ" ہے۔ اسی طرح شریعت نے لازم ٹھہرایا ہے کہ جنگ سے پہلے مخالف فریق کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی جائے، اگر ان تک اسلام کی دعوت پہلے نہ پہنچ چکی ہو۔[13] ایک موقع پر رسول اللہ ﷺ نے سیدنا معاذؓ سے فرمایا:

"أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم «بَعَثَ مُعَاذًا فِي سَرِيَّةٍ وَقَالَ: لَا تُقَاتِلُوهُمْ حَتَّى تَدْعُوَهُمْ فَإِنْ أَبَوْا فَلَا تُقَاتِلُوهُمْ حَتَّى يَبْدَؤُكُمْ فَإِنْ بَدْؤُكُمْ فَلَا تُقَاتِلُوهُمْ حَتَّى يَقْتُلُوا مِنْكُمْ قَتِيلًا ثُمَّ أَرُوهُمْ

ذَلِكَ الْقَتِيلَ وَقُولُوا لَهُمْ هَلْ إِلَى خَيْرٍ مِنْ هَذَا سَبِيلٌ؟ فَلَأَنْ يَهْدِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَلَى يَدَيْكَ خَيْرٌ لَكَ مِمَّا طَلَعَتْ عَلَيْهِ الشَّمْسُ وَغَرَبَتْ۔"[14]

"ان سے جنگ نہ کرو جب تک کہ ان کو دعوت نہ دو۔ اگر انہوں نے دعوت کی قبولیت سے انکار کیا تو ان سے جنگ نہ کرو، جب تک کہ وہ جنگ شروع نہ کریں۔ پھر اگر وہ جنگ شروع کریں تو ان سے نہ لڑو، یہاں تک کہ وہ تم میں سے کسی کو قتل کر دیں۔ پھر انہیں مقتول کی لاش دکھا کر کہو: کیا اس سے بہتر کی طرف کوئی راہ نکل سکتی ہے؟ پس اگر اللہ تعالیٰ تمہارے ذریعے کسی کو ہدایت نصیب کرے تو یہ تمہارے لیے اس سب کچھ سے بہتر ہے جس پر سورج طلوع اور غروب ہوا۔"

اسلام کی عسکری و دفاعی مہمات اور جنگی کارروائی کا امتیاز اور ضابطہ اخلاق کے چند اہم نکات حسب ذیل ہیں:

1: عظیم مقاصد کا حصول:

اسلام کی عسکری مہم اور جنگی کارروائی کا مقصد عام جنگوں کی طرح نہیں ہے، بلکہ اسلامی نقطہ نظر سے جنگی کارروائی ایک بلند ترین نصب العین کے لیے ہے، جب کہ دیگر اقوام، مذاہب اور تہذیبوں سے وابستہ افراد کی جنگوں کا مقصد محض غارت گری، ظلم و بربریت، انسانیت سوز مظالم، مال و زر کا حصول اور ملک گیری، اپنی قومی برتری کا قیام اور مفتوح علاقوں کو اپنا غلام بنانا ہے، گویا کوئی بلند مقصد یا نصب العین نہیں۔

"اسلامی نقطہ نظر سے جنگ کا اصل مقصد حریف مقابل کو ہلاک کرنا اور اسے نقصان پہنچانا نہیں، بلکہ محض اس کے شر کو رفع کرنا ہے، اس لیے اس قوت کا استعمال صرف انہی طبقوں کے خلاف ہونا چاہیے جو عملاً بر سرپیکار ہوں یا حد سے حد، جن سے شر کا اندیشہ ہو، باقی تمام انسانی طبقات کو جنگ کے اثرات سے محفوظ رہنا چاہیے اور دشمن کی ان چیزوں تک بھی ہنگامہ کارزار کو متجاوز نہ ہونا چاہیے، جنہیں اس کی جنگی قوت سے کوئی تعلق نہ ہو۔ لہٰذا داعی اسلام ﷺ نے پہلا کام یہی کیا کہ جہاد فی سبیل اللہ کے معنیٰ اور حدود کو جو اسے جہاد فی سبیل الطاغوت سے ممتاز کرتے ہیں پوری طرح واضح کر دیا اور مختلف طریقوں سے جنگ کے اس پاک تصور کو لوگوں کے ذہن نشین کیا۔"[15]

اسلامی تعلیمات کی رو سے جنگ صرف دو صورتوں میں ضروری ہو جاتی ہے۔ ایک دفاع اور دوسری اصلاح، مقصدیت کی پاکیزگی نے ہی اسلامی جنگ کو انفرادیت عطا کی ہے۔ یہ بھی واضح رہنا چاہیے کہ اسلام میں جنگ کا مقصد اسلام کی دعوت یا تبلیغ نہیں، بلکہ حریت و دعوت اسلام کا تحفظ ہے۔ بہ جبر و زور نشر دعوت کا مطلب اکراہ ہوا اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

{لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ}[16]

”دین میں کسی طرح کا جبر نہیں، اس لیے کہ ہدایت گمراہی سے جدا ہو چکی ہے۔“

البتہ اسلام میں جنگ کا مقصد عقیدے کی آزادی کی حفاظت اور اس کی دعوت و تبلیغ کے حق میں آزادی کے لیے امن و امان قائم رکھنا ہے۔ نیز اس کا مقصد یہ بھی ہے کہ مسلم علاقوں پر خارجی ظلم و جور کا استیصال ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

{وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ}[17]

”اللہ تعالیٰ کی راہ میں ان لوگوں سے جنگ کرو، جو تم سے لڑتے ہیں، لیکن زیادتی نہ کرو کہ اللہ تعالیٰ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔“

2: دورانِ جنگ ظلم و غارت گری اور وحشیانہ اعمال کی ممانعت:

فوجوں کے نظم و ضبط کے ساتھ انہیں شائستہ رہنے کی ہدایات کا سلسلہ بھی نبی مہربان، محسن انسانیت ﷺ کا ایجاد کردہ ہے۔ مغربی دنیا تو انیسویں صدی کے وسط تک اس طریقے سے ناآشنا تھی۔ داعی اسلام ﷺ کا قاعدہ تھا کہ جب کبھی آپؐ کسی سردار کو جنگ پر بھیجتے تو اسے اور اس کی فوج کو پہلے تقویٰ اور خوف خدا کی نصیحت کرتے، پھر فرماتے:

”عن ابن بريدة، عن أبيه، قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم، إذا أمر رجلا على سرية، أوصاه في خاصة نفسه، بتقوى الله، ومن معه من المسلمين خيرا، فقال: "اغزوا باسم الله، وفي سبيل الله، قاتلوا من كفر بالله، اغزوا ولا تغدروا، ولا تغلوا، ولا تمثلوا، ولا تقتلوا وليدا...“[18]

”جاؤ اللہ کا نام لے کر اور اللہ کی راہ میں لڑو، ان لوگوں سے جو اللہ سے کفر کرتے ہیں، مگر جنگ میں کسی سے بدعہدی نہ کرو، غنیمت میں خیانت نہ کرو، اور کسی بچے کو قتل نہ کرو۔“

اس کے بعد فوج کو ہدایت فرماتے کہ دشمن کے سامنے تین چیزیں پیش کرنا، اول اسلام، دوسرے جزیہ، تیسرے جنگ، اگر وہ اسلام قبول کرلیں تو پھر ان پر ہاتھ نہ اٹھاؤ، اگر جزیہ دے کر اطاعت قبول کرلیں تو ان کے جان و مال پر کسی قسم کی تعدی نہ کرو، لیکن اگر وہ اس سے بھی انکار کردیں تو اللہ سے مدد مانگ کر جنگ کرو۔[19]

خلیفہ اول حضرت ابو بکر صدیقؓ نے جب فوجیں شام کی طرف روانہ کیں تو اس موقع پر انہیں دس ہدایات دیں۔ وہ دس ہدایات اسلامی تعلیمات جنگ کا ملخص اور قانونی دستور کی حیثیت رکھتے ہیں۔

غرض اسلام نے جنگ اور جنگی کارروائی کو ان تمام وحشیانہ افعال سے پاک کردیا جو اس عہد میں جنگ کا ایک غیر منفک جزو سمجھے جاتے تھے اور مثبت اصولوں کے ذریعے اسے دنیا کی تمام جنگوں سے منفرد کردیا۔ اسلامی فلسفہ جنگ اپنے مقصد اور طریق حصول مقصد کے لحاظ سے پاکیزہ وطیب ہے۔ دنیا کا کوئی نظام، جنگی معاملات میں اتنی

باریکیاں اور اپنی فوج پر اتنا نظم و ضبط نہیں رکھتا۔ آپ ﷺ نے جہاں جنگ کے مقصد اور طریق حصول مقصد کو پاکیزہ بنایا، وہاں آپؐ نے اپنی فوج کی عمدہ تربیت کی اور اپنی جنگی حکمت عملی کو مثالی بنایا۔[20]

پیغمبر آخر و اعظم حضرت محمد ﷺ کے تمام غزوات و سرایا جنگی کارروائیوں اور عسکری سرگرمیوں کا مطالعہ کریں تو اس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ ﷺ کی عسکری سرگرمیوں اور غزوات و سرایا کا مقصد نہ ملک گیری تھا، نہ کشور کشائی، نہ مالِ غنیمت کا حصول، نہ شان و شوکت اور نہ تاج و تخت۔ آپ ﷺ جہاد اللہ کے دین کے غلبے، انسانوں کو وقت کے فراعنہ کے مظالم سے نجات دلانے، غلامی سے آزادی دلانے اور قیامِ امن کے لیے کرتے تھے۔

آپ ﷺ کا نصب العین انسانیت کو ظلم کیے بغیر ظلم سے بچانا تھا۔ رسول اللہ ﷺ فطرتاً رحم دل، امن پسند، صلح جُو تھے۔ آپؐ نے بہت سے سنجیدہ معاملات اور تنازعات بغیر کسی خوں ریزی کے حل فرما دیے۔

پیغمبر اسلام، رحمۃ للعالمین، سرور کائنات حضرت محمد ﷺ کے غزوات و فتوحات، آپ ﷺ کی عسکری و دفاعی حکمتِ عملی، جنگی کارروائی انسانیت کی تکریم، امن و سلامتی کے قیام اور انسانی حقوق کی علمبرداری کی تاریخی جدوجہد سے عبارت ہے، جو انسانی تاریخ کے ہر عہد کی جنگی کارروائیوں اور فتوحات کی پوری عالمی تاریخ پر فوقیت رکھتی ہے۔

عہدِ رسالت کی جنگی تاریخ میں مقتولین کی تعداد مہینے میں دو بھی نہ تھی، دس سال میں ایک سو بیس مہینے ہوتے ہیں تو ایک سو بیس مہینوں میں 240 آدمی بھی ان جنگوں میں قتل نہیں ہوئے۔ دشمن کے مقتولین کی تعداد اس سے بھی کم تھی۔ مسلمان شہداء کی تعداد دشمن کے مقتولین سے بھی کم تھی۔ بحیثیت مجموعی میدان جنگ میں قتل ہونے والے دشمنوں کی تعداد مہینے میں دو سے بھی کم ہے۔[21]

ڈاکٹر حمید اللہ لکھتے ہیں:

"اس وقت تقریباً ہندوستان و پاکستان کے برابر وسیع علاقے میں یقیناً ملینوں کی آبادی تھی، دشمن کے بمشکل ڈیڑھ سو افراد (150) قتل ہوئے۔ مسلمان فوج کا بمشکل ان دس سالوں میں ماہانہ ایک شہید ہوا، انسانی خون کی یہ بے نظیر عزت و تکریم تاریخ عالم میں بلاخوفِ تردید بے نظیر ہے۔"[22]

پیغمبرِ امن و سلامتی، رحمۃ للعالمین ﷺ نے اپنے عسکری حکمتِ عملی اور جنگی کارروائیوں کی بدولت ایک دوسرے کے خون کے پیاسوں کو انسان دوستی کا پیکر اور امن و سلامتی کا سفیر بنا دیا، جنگ اور غارت گری کے تمام ظالمانہ طریقوں کا تدارک و سدباب فرما کر وحشت و دہشت کی علامت جنگ و غارت گری کے آگے بند باندھ

کر انسانی لہو میں ڈوبے صحرا کو امن وعافیت اور احترام انسانیت کے گلشن میں بدل دیا اور جنگی جنون کے نام پر انسانی خون بہانے کو حرام قرار دیا۔

اسلام اور پیغمبرِ اسلام ﷺ پر جبر و تشدد، زبردستی، جنگ جوئی اور تلوار کے زور پر اسلام کی اشاعت کے الزام و اتہام دھرنے والوں میں مستشرقین کے بدباطن گروہ کے ترجمان اگناز گولڈ زیہر (1850۔1921ء) IGNAZ GOLDZIHE[23] ولیم منٹگمری واٹ (1909- 1979ء W-MONTGOMERY WATT[24] سر ولیم میور (1819۔1905ء) SIR WILLIAM MUIR[25] سٹینلے لین پول (1854۔1931ء) STANLEY LANE POOLE ڈی ایس مار گولیوتھ (1855۔1940ء) D.S.MARGO LIOTH کے نام قابلِ ذکر ہیں، جو اسلام اور پیغمبرِ اسلام ﷺ کو (نعوذ باللہ) انسانیت دشمن، تشدد پسند، جنگ جو ثابت کرنے، اسلام کی اشاعت کو جبر و تشدد پر مبنی قرار دینے اور جہاد کو قتل وغارت گری سے تعبیر کرنے پر اپنی توانائیاں صرف کرتے رہے ہیں۔

خوش قسمتی سے غیر مسلم حلقوں کے اس بے بنیاد پروپیگنڈے کا جواب خود مغربی مفکرین اور دانشوروں کی تحریروں میں نظر آتا ہے۔ اس ناقابلِ تردید حقیقت کا اعتراف مغربی دنیا کے دریدہ دہن مستشرق ڈبلیو منٹگمری واٹ (WATT.W.MONTGOMERY) کو بھی ہے، وہ رقم طراز ہے:

"مشکل یہ ہے کہ ہم اس گہرے تعصب کے وارث ہیں جس کی جڑیں قرونِ وسطیٰ کے جنگی پروپیگنڈے میں پیوست ہیں۔ اب اس کا وسیع پیمانے پر اعتراف کیا جانا چاہیے۔ تقریباً آٹھویں صدی عیسوی سے عیسائی یورپ نے اسلام کو اپنا عظیم دشمن سمجھنا شروع کیا، جو عسکری اور روحانی دونوں حلقۂ اثر میں اس کے لیے خطرہ تھا۔ اسی مہلک خوف کے زیر اثر عیسائی دنیا نے اپنے اعتقاد کو سہارا دینے کے لیے اپنے دشمن کو ممکنہ حد تک انتہائی ناپسندیدہ نظروں سے پیش کیا...وہ مزید لکھتا ہے: بارہویں اور تیرہویں صدی عیسوی میں تراشا گیا اسلام کا تصور اہلِ یورپ کی فکر اور سوچ پر غالب رہا ہے۔"[26]

3: عدل وانصاف کا قیام اور احترامِ انسانیت کا لحاظ:

اسلامی جہاد، عسکری مہم اور جنگی کارروائی کا مقصد اور نتیجہ عدل و انصاف، فراخ دلی و رواداری، متوازن تہذیب و تمدن کی شکل میں ظاہر ہوا اور غیر اسلامی جنگ کا کوئی خوشگوار نتیجہ سوائے تباہی و بربادی کے ظاہر نہیں ہو سکا۔

اسلامی جہاد اور جنگی کارروائی کے تمام قوانین احترامِ آدمیت، استیصال شر و فساد، ظلم و زیادتی کے تدارک و سدباب، جذبہ انتقام کی روک تھام اور احتیاط و تقویٰ پر مبنی ہیں اور غیر اسلامی جنگوں میں بوڑھے، بچے، عورتیں، بیمار، گوشہ نشین وغیرہ کسی کا لحاظ نہیں رکھا جاتا اور غلبہ و تسلّط کے بعد انتقام کی آگ اور زیادہ بھڑک اٹھتی ہے۔[27]

جنگی کارروائی کے حوالے سے چند اہم اسلامی تعلیمات وہدایات:

دنیا میں جس قدر ظلم روا رکھا جاتا ہے، کمزوروں اور بے بسوں پر جس طرح دست دراز کی جاتی ہے، انسانی حقوق کو جس طرح پامال کیا جاتا ہے اور اخلاقی و مذہبی قدروں کو ختم کرنے کی جس طرح کوشش کی جاتی ہے، وہ اس امر کی متقاضی ہے کہ جنگی کارروائی کے ذریعے ناگزیر تقاضے کے تحت طاقت استعمال کر کے ظلم و جور کی ہر صورت کو ختم کر دیا جائے، چناں چہ جنگ انسانی زندگی کی ناگزیر ضرورت ہے، اگر ظالم اپنے ظلم کو برقرار رکھنے کے لیے لڑتا ہے تو مظلوم اس ظلم کو ختم کرنے اور حق کی بالادستی کو قائم رکھنے کے لیے بدرجۂ اولیٰ لڑ سکتا ہے اور اسے لڑنا چاہیے۔[28]

اسلامی نقطہ نظر سے جنگ بایں صورت جائز ہے کہ وہ دعوتِ اسلام کی آزادی اور امن و امان برقرار رکھنے کے لیے لڑی جائے اور دورانِ قتل شجاعت و شرافت کے اصولوں کی مراعات ملحوظِ خاطر رکھی جائیں۔[29]

جنگ اور جنگی کارروائی کے حوالے سے اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ جنگ کا مقصد اگر کمزور قوموں کی آزادی چھیننا، ملکوں کی دولت لوٹنا اور بندگانِ الٰہی کو ان کے جائز حقوق سے محروم کرنا ہو تو ایسی جنگ خواہ کتنے ہی ضبط و نظم کے ساتھ کی جائے، خواہ اس میں غیر مقاتلین کی عصمت، زخمیوں کی حفاظت، اموات کی حرمت اور معابد کی عزت کا کتنا ہی لحاظ رکھا جائے۔ خواہ اس میں لوٹ مار، آتش زنی، تباہ کاری، قتل عام اور ہتک حرمات سے کتنا ہی پرہیز کیا جائے۔ پس ایک جائز اور حق پرستانہ جنگ کی تعریف یہ ہے کہ اس کا مقصد اور طریق حصولِ مقصد دونوں پاکیزہ اور اشرف و اعلیٰ ہوں۔ جنگ کے اسلامی تصور میں دونوں اصولوں کو مدنظر رکھا جاتا ہے، ایک طرف اگر اس کے مقصد کی پاکیزگی اور شرافت و بزرگی پر زور ہے تو دوسری طرف حصول مقصد کے اعتبار سے بھی اسے تہذیب و شرافت کے اعلیٰ معیار پر برقرار رکھا جاتا ہے۔[30]

اسلامی فلسفہ جنگ میں اہل قتال اور غیر اہل قتال کا فرق:

اسلامی فلسفہ جنگ میں سب سے پہلی چیز یہ ہے کہ محاربین (Belligrents) کو دو طبقوں میں تقسیم کر دیا گیا ہے۔ ایک اہل قتال (Combatants) اور دوسرے غیر اہل قتال (Non- Combatants) اہلِ قتال وہ ہیں جو عملاً جنگ میں حصہ لیتے ہیں یا عقلاً و عرفاً حصہ لینے کی قدرت رکھتے ہیں یعنی جوان مرد اور غیر اہلِ قتال وہ ہیں جو عقلاً و عرفاً جنگ میں حصہ نہیں لے سکتے یا عموماً نہیں لیا کرتے۔ مثلاً عورتیں، بچے، بوڑھے، بیمار، زخمی، اندھے، مقطوع الاعضاء، مجنون، سیاح، خانقاہ نشین، زاہد، معبدوں اور مندروں کے مجاور اور ایسے ہی دوسرے بے

ضرر لوگ۔ اسلام نے طبقۂ اول کے ظالم و جابر لوگوں کو قتل کرنے کی اجازت دی اور طبقۂ دوم کے لوگوں کو قتل کرنے سے منع کر دیا۔[31]

محسنِ انسانیت ﷺ کے اس ارشادِ گرامی سے اسلام کے تصور جنگ کی پاکیزگی، جنگی کارروائی میں احترامِ انسانیت اور اخلاقی اقدار کے پاس و لحاظ کا بخوبی پتہ چلتا ہے، آپؐ نے ارشاد فرمایا:

"عن خالد بن الفزر، حدثني أنس بن مالك، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: لَا تَقْتُلُوا شَيْخًا فَانِيًا، وَلَا طِفْلًا، وَلَا صَغِيرًا، وَلَا امْرَأَةً، وَلَا تَغُلُّوا، وَضُمُّوا غَنَائِمَكُمْ، وَأَصْلِحُوا وَأَحْسِنُوا، إِنَّ اللهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ"[32]

"نہ کسی بوڑھے ضعیف کو قتل کرو، نہ چھوٹے بچے کو اور نہ عورت کو، اموالِ غنیمت میں چوری نہ کرو، جنگ میں جو کچھ ہاتھ آئے، سب ایک جگہ جمع کرو، نیکی و احسان کرو، کیوں کہ اللہ تعالیٰ محسنوں کو پسند کرتا ہے۔"

"فتح مکہ" جو پیغمبر اسلام، نبی مہربان، سرور کائنات، محسنِ انسانیت، حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے عفو و درگزر، رواداری، انسان دوستی، امن و سلامتی اور بے مثال شفقت و رحمت کا تاریخ ساز مظہر ہے، اس تاریخ ساز موقعے پر آپؐ نے پہلے سے ہدایت فرمادی کہ کسی زخمی پر حملہ نہ کرنا، جو کوئی جان بچا کر بھاگے، اس کا پیچھا نہ کرنا اور جو اپنا دروازہ بند کر کے بیٹھ جائے، اسے امان دینا۔[33]

حضرت عبد اللہ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ جب کہیں فوج روانہ فرماتے تو ہدایت جاری فرماتے کہ معابد عبادت خانوں کے بے ضرر خادموں کو اور خانقاہ نشین زاہدوں کو قتل نہ کرنا۔[34]

فقہائے اسلام نے اس پہلو پر مفصل بحثیں کی ہیں۔ اس باب میں اسلامی قانون کا خلاصہ یہ ہے کہ ہر شخص جو اہل قتال میں سے ہے، اس کا قتل جائز ہے، خواہ وہ بالفعل لڑے یا نہ لڑے اور ہر شخص جو اہل قتال میں سے نہیں ہے، اس کا قتل ناجائز ہے۔ سوائے اس صورت کے کہ وہ حقیقتاً لڑائی میں شامل ہو یا مقاتلین کے لیے کام کرنے لگے۔[35]

جنگی کارروائی سے متعلق محسنِ انسانیت ﷺ کا اسوہ حسنہ:

پیغمبرِ اسلام، نبیِ مہربان، محسن انسانیت، رحمتِ دو عالم، سرورِ کونین حضرت محمد ﷺ کے پیشِ نظر میدانِ جنگ اور جنگی کارروائی میں ہمیشہ یہ اصول رہا کہ دشمن کے خلاف فوجی کارروائی اس طرح کی جائے اور فوجی اقدامات اس طرح ترتیب دیے جائیں کہ انسانی جانوں کا نقصان کم سے کم ہو۔ مختصراً یہ کہ آپ ﷺ کی جنگی حکمتِ عملی اور جنگی کارروائی کی بنیاد اچانک اقدام، تیز رفتاری اور ایسی بروقت اور محفوظ کارروائی ہوتی، جس کے ذریعے کم سے کم انسانی جانوں کا نقصان ہو۔[36]

جنگی کارروائی میں داعی اسلام، رحمۃ للعالمین ﷺ کا بنیادی اصول یہ ہوتا کہ دورانِ جنگ کم سے کم انسانی جانوں کے نقصان کے اپنے مقاصد حاصل کیے جائیں، ہر مہم اور جنگی کارروائی میں آپؐ نے خاص طور پر یہ اہتمام کیا کہ جنگ کی نوبت آئے بغیر مقصد میں کامیابی حاصل ہو۔ آپؐ نے جنگ اور جنگی کارروائی اس وقت کی جب دیگر تمام ممکنہ تدابیر ناکام ہوئیں۔ جنگ کے دوران بھی آپؐ نے صحابہ کرامؓ کو ہمیشہ یہی ہدایات و تعلیمات دیں کہ صرف ان کو ہدف بنایا جائے جو عملاً جنگ میں شریک ہوں۔ جنگ کے دوران دشمن کے جن لوگوں نے مزاحمت نہ کی اور جنگی کارروائی میں شریک نہیں ہوئے، انہیں قتل نہیں کیا گیا، انہیں جنگی قیدی بنالیا گیا۔[37]

نبی مہربان، سرکارِ دو جہاں ﷺ نے جنگی کارروائی میں ہمیشہ خون ریزی کے بغیر اپنے مقاصد حاصل کرنے کی کوشش کی، تاہم جب جنگ مسلّط کی گئی تو آپؐ نے ہر ممکن کوشش کی کہ طرفین کا جانی نقصان کم سے کم ہو۔ اس سلسلے میں رسول اللہ ﷺ نے مستقل تعلیمات دیں اور ہدایات جاری فرمائیں کہ: "جو شخص اطاعت قبول کرلے یا ہتھیار ڈال دے اور مقابلہ و مزاحمت نہ کرے، اسے قتل نہ کیا جائے، آپؐ نے دشمن کے بوڑھے مردوں، عورتوں اور بچوں کو بھی قتل کرنے کی ممانعت فرمائی۔"[38]

دنیا کو امن و سلامتی کی راہ دکھانے اور انسانی تہذیب و تمدن کے نشوو ارتقاء میں اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کا سب سے اہم کردار یہ ہے کہ اس ذریعے سے جنگ اور جنگی کارروائی کے بھی مہذب اور شائستہ قوانین انسانیت کو پیش کیے۔ جنگ کے ظالمانہ اور وحشیانہ قوانین کو ختم کیا گیا۔ قدیم قوموں کے ظلم و ناانصافی پر مبنی طریق جنگ کو ترک کیا اور ان کی جگہ انسانیت پر مبنی منصفانہ اور ہمدردانہ بین الاقوامی قوانین اسلامی شریعت کی صورت میں نافذ کیے گئے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ جنگ کے منصفانہ اور احترام انسانیت پر مبنی بین الاقوامی قوانین مرتب ہی آپؐ نے کیے۔ یہ آپؐ کے جنگی قوانین، ہدایات و تعلیمات پر مبنی بنیادی نکات کا خلاصہ ہے۔[39]

"فتح مکہ"، پیغمبر اسلام، نبی مہربان، محسن انسانیت حضرت محمد مصطفیٰ، احمد مجتبیٰ ﷺ کی عسکری تاریخ اور جنگی کارروائیوں میں کلیدی اور تاریخ ساز اہمیت کا حامل ہے، اس موقع پر نبی رحمت ﷺ نے فاتح اور سپہ سالار کی حیثیت سے مفتوح قریش مکہ کے ساتھ جو رحم و کرم، عفو و درگزر، امن و سلامتی اور انسان دوستی کا معاملہ فرمایا، وہ پوری عالمی جنگوں کی تاریخ میں ایک منفرد اور روشن مثال ہے۔ اس موقع پر رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرامؓ اور جنگی دستوں کو جو ہدایات جاری فرمائیں، ان میں سے چند یہ ہیں:

"عن حصین قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم يوم فتح مكة: أَلَا لَا يُقْتَلُ مُدْبِرٌ، وَلَا يُجْهَزُ عَلَى جَرِيحٍ، وَمَنْ أَغْلَقَ بَابَهُ فَهُوَ آمِنٌ."[40]

خبر دار! میدانِ جنگ چھوڑنے والے کو قتل نہ کیا جائے۔ زخمی پر حملہ نہ کیا جائے۔

ایک اور روایت میں اس موقع پر قیدیوں کے قتل کی ممانعت کا حکم بھی مذکور ہے۔[41]

اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے ایک موقع پر مسلمانوں کو تعلیم دی کہ جنگ میں مخالفین کا قتل جنگی ضرورت کی وجہ سے جائز ہو جاتا ہے، لیکن ان پر لازم ہے کہ وہ قتل کرتے وقت مخالف کو کم سے کم اذیت دیں، اور کم سے کم نقصان پہنچائیں، بالکل اسی طرح جیسے ذبح کرتے وقت ذبیحہ کو رحم دلی کے جذبے کے تحت کم سے کم اذیت دینی چاہیے۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"عن شداد بن أوس أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: إِنَّ اللهَ كَتَبَ الْإِحْسَانَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ،» فَإِذَا قَتَلْتُمْ فَأَحْسِنُوا الْقِتْلَةَ، وَإِذَا ذَبَحْتُمْ فَأَحْسِنُوا الذِّبْحَةَ، وَلْيُحِدَّ أَحَدُكُمْ شَفْرَتَهُ وَلْيُرِحْ ذَبِيحَتَهُ."[42]

اللہ تعالیٰ نے ہر شے پر احسان لازم کیا ہے۔ پس جب تم قتل کرو تو بہترین طریقے سے قتل کرو اور جب تم ذبح کرو تو بہترین طریقے سے ذبح کرو اور تم اپنی چھری تیز کرو تاکہ اپنے ذبیحہ کو راحت دو۔

ایک اور روایت میں یہ حقیقت ان الفاظ میں بیان کی گئی ہے:

" عن علقمة عن عبد الله، قال: قال رسولُ الله صلى الله عليه وسلم: أَعَفُّ النَّاسِ قِتْلَةً أَهْلُ الْإِيمَانِ."[43] سب سے زیادہ اچھے طریقے سے قتل کرنے والے اہلِ اسلام ہیں۔

اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے لوٹ مار اور قتل عام سے منع فرمایا۔ "غزوہ خیبر" کے موقع پر جب بعض لوگوں کی جانب سے مفتوحین پر حد سے تجاوز کی خبریں آئیں تو آپ نے اس پر سخت ناراضگی کا اظہار کیا اور فرمایا:

"إنَّ الله عز وجل لم يُحِل لكم أن تَدخُلوا بُيوتَ أهلِ الكتابِ إلاَّ بإذنٍ، ولا ضربَ نِسائِهم، ولا أكلَ ثِمارِهم، إذا أعطَوكُمُ الذى عليهم."[44]

اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے یہ جائز نہیں کیا کہ اہل کتاب کے گھروں میں ان کی اجازت کے بغیر گھس جائو، یا ان کی عورتوں کو مارو پیٹو، یا ان کے پھل کھا جاو جب کہ وہ تمہیں وہ کچھ دے چکے ہیں جو ان پر واجب تھا۔[45]

رسول اللہ ﷺ کے بعد خلیفۂ اول، امیر المومنین سیدنا صدیق اکبرؓ نے بھی عسکری مہمات اور جنگی کارروائیوں میں اس کا خیال رکھا کہ دورانِ جنگ پُرامن آبادی پر کسی قسم کا ظلم و زیادتی نہ ہونے پائے، بلکہ جانوروں اور کھیت کھلیان وغیرہ کو بھی کوئی نقصان نہ پہنچنے پائے۔ چناں چہ جب شام پر فوجی کارروائی کا ارادہ فرمایا، تو فوجوں کو رخصت کرتے وقت سپہ سالار فوج کو آپؓ نے خصوصی طور پر یہ ہدایت اور وصیت فرمائی:

"إني موصيك بعشر خلال: لا تقتلوا امرأة، ولا صبيًا، ولا كبيرًا هرمًا، ولا تقطع شجرًا مثمرًا، ولا تخربن عامرًا، ولا تعقر شاة ولا بعيرًا إلا لمأكلة، ولا تغرقن نخلًا، ولا تحرقنه، ولا تغلل، ولا تجبن."[46]

"وعن يحيى بن سعيد قال: حُدِّثْتُ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ بَعَثَ جُيُوشًا إِلَى الشَّامِ فَخَرَجَ يَتْبَعُ يَزِيدَ بْنَ أَبِي سُفْيَانَ، فَقَالَ: " إِنِّي أُوصِيكَ بِعَشْرٍ: لَا تَقْتُلَنَّ صَبِيًّا، وَلَا امْرَأَةً، وَلَا كَبِيرًا هَرِمًا، وَلَا تَقْطَعَنَّ شَجَرًا مُثْمِرًا، وَلَا تُخَرِّبَنَّ عَامِرًا، وَلَا تَعْقِرَنَّ شَاةً وَلَا بَعِيرًا إِلَّا لِمَأْكَلَةٍ، وَلَا تُغْرِقَنَّ نَخْلًا، وَلَا تَحْرِقَنَّهُ، وَلَا تَغْلُلْ، وَلَا تَجْبُنْ."[47]

میں تمہیں دس وصیتیں کرتا ہوں، کسی عورت، بچے اور بوڑھے کو قتل نہ کرنا، پھل دار درخت کو نہ کاٹنا، آبادیوں کو ویران نہ کرنا۔ بکری اور اونٹ کو کھانے کے سوابے کار ذبح نہ کرنا۔ نخلستان کو نہ جلانا۔ مال غنیمت میں خیانت نہ کرنا اور بزدلی نہ دکھانا۔

آج کے اس مہذّب دور میں بھی جنگ اور جنگی کارروائی کے موقع پر اس سے زیادہ اخلاقی درس اور کیا ہو سکتا ہے؟

خلاصہ بحث:

1۔ اسلام امن و سلامتی کا مذہب ہے اور دنیا کو امن کا گہوارہ بنانے کے لئے جامع لائحہ عمل فراہم کرتا ہے۔

2۔ اسلامی نقطہ نظر سے جنگ مطلوب نہیں ہے، بلکہ دفعِ مظالم اور قیامِ امن کے لئے جنگ کی ضرورت پڑتی ہے۔

3۔ اسلام نے دیگر نظامہائے حیات کی طرح جنگی کارروائیوں کو بھی ضابطہ اخلاق کا پابند بنایا ہے۔

4۔ نبی کریم ﷺ نے اپنی حیاتِ طیبہ میں جتنی جنگیں لڑی ہیں، ان میں عملی طور پر جنگی اخلاقیات اور ضابطوں پر عمل درآمد کو یقینی بنایا ہے، اور کسی بھی موقع پر ظلم و بربریت اور وحشیانہ کارروائیوں کی اجازت نہیں دی۔

5۔ اسلام نے غیر محاربین کے قتل سے منع کیا ہے، اور دورانِ جنگ غیر انسانی سلوک اور ظالمانہ رویّوں پر پابندی عائد کی ہے۔

حوالہ جات

[1] اسد محمود خان / محمد ﷺ کی عسکری تنظیم سازی، لاہور، البلال پبلی کیشنز، 2014ء، ص19۔

[2] ایضاً ص19۔

[3] المائدة (5) : 32.

[4] صحيح البخاري، محمد بن إسماعيل، دار طوق النجاة، مصر، باب ما قيل في شهادة الزور، رقم الحديث: 2653، (172/3)

[5] المائدة (5): 64.

[6] الحج (22): 40.

[7] البقرة (2): 251.

[8] النحل (16): 126.

[9] الشورى (42): 39 – 41.

[10] البقرة (2): 190.

[11] محمد مشتاق احمد، ڈاکٹر / جہاد، مزاحمت اور بغاوت اسلامی شریعت اور بین الاقوامی قانون کی روشنی میں، لاہور، الشریعہ اکیڈمی، کتاب محل، 2008ء، ص369

[12] الطبری، محمد بن جریر (ت310ھ) جامع البیان من تأویل آی القرآن، قاہرہ، مصطفیٰ البابی الحلبی، 1954ء2/189۔ بحوالہ: محمد مشتاق احمد، ڈاکٹر / جہاد، مزاحمت اور بغاوت (اسلامی شریعت اور بین الاقوامی قانون کی روشنی میں) ص349۔

[13] محمد مشتاق احمد، ڈاکٹر / جہاد، مزاحمت اور بغاوت (اسلامی شریعت اور بین الاقوامی قانون کی روشنی میں) الشریعہ اکادمی، کتاب محل، لاہور، 2008ء ص346۔

[14] السرخسي، «محمد بن أحمد بن أبي سهل شمس الأئمة السرخسي (المتوفى 483 هـ)المبسوط، كتاب السير، باب معاملة الجيش مع الكفار، المحقق: جمع من أفاضل العلماء، الناشر: مطبعة السعادة – مصر، 10/ 31

[15] مودودی، سید ابو الاعلیٰ / الجہاد فی الاسلام، لاہور، ترجمان القرآن، 177۔

[16] البقرة (2) : 256.

[17] البقرة (2): 190.

[18] ابن ماجة، أبو عبد الله محمد بن يزيد القزويني، المتوفى 273 هـ، سنن ابن ماجه، كتاب الجهاد، باب وصية الإمام، المحقق: محمد فؤاد عبد الباقي، الناشر: دار إحياء الكتب العربية، عام الطبعة: 1388 ھ ، 953/2۔

[19] ایضاً، ابن ماجہ، کتاب الجہاد، باب وصیۃ الامام، 1/953۔ مسلم، الجامع الصحیح، کتاب الجہاد، باب تأمیر الامام الامراء، ۵/ 140،139۔

[20] خالد علوی، ڈاکٹر/ انسانِ کاملؐ، ص311۔

[21] محمد حمید اللہ، ڈاکٹر/ خطبات بہاول پور، اسلام آباد، ادارہ تحقیقاتِ اسلامی، 1992ء، ص238،239۔

[22] محمد حمید اللہ، ڈاکٹر/ عہدِ نبویؐ کے میدانِ جنگ، راول پنڈی، ص2۔

[23] WATT, W, MONTGOMERY/ISLAMIC SURVEYS, EDUNBURG UNIVERSITY PRESS, 1972, P.5,6

[24] MUIR, SIR WILLIAM / MOHAMET AND ISLAM, LONDON, 1986, P. 107, 228

[25] LANEPOOL, STANLEY THE MOORISH IN SPAIN. LAHORE, 1967, P.51

[26] MARGOLIOTH, D. S/MOHAMMADAN ISM AND THE ISLAMIC WORLD, DEEP & DEEP PUBLISHERS, DELHI, 1988, P.91

[27] محمد نعیم صدیقی / اسلام کا نظام سیاست و عمرانیات، لاہور، علمی کتاب خانہ، ص176۔

[28] خالد علوی، ڈاکٹر/ انسانِ کاملؐ، ص286۔

[29] محمود شیت خطاب / الرسول القائد، بغداد، مکتبۃ الحیٰوۃ1960، ص19۔

[30] خالد علوی، ڈاکٹر/ انسانِ کاملؐ، ص295۔

[31] خالد علوی، ڈاکٹر/ انسانِ کاملؐ، ص300۔

[32] البيهقي، أبو بكر أحمد بن الحسين بن عليخ المتوفىٰ 458 هـ»، السنن الكبرى، كتاب السير، باب ترك قتل من لا قتال فيه من الرهبان والكبير وغيرهما، المحقق: محمد عبد القادر عطا، الناشر: دار الكتب العلمية، بيروت – لبنان، الطبعة: الثالثة، 1424 هـ - 2003 م، 9/ 154- التبريزي،محمد بن عبد الله الخطيب التبريزي، المتوفىٰ 741هـ، مشكاة المصابيح، كتاب الجهاد ،باب القتال في الجهاد، الفصل الثاني، المحقق: محمد ناصر الدين الألباني، الناشر: المكتب الإسلامي – بيروت، الطبعة: الثالثة، 1985، 1156/2-

[33] بلاذری، احمد بن یحیٰی، فتوح البلدان، قاہرہ، مطبعۃ الموسوعات، 1319ھ

[34] ابو یوسف القاضی /کتاب الخراج، قاہرہ، مطبعۃ الموسوعات 1302ھ، ص121۔

[35] الکاسانی، علاء الدین، ابو بکر بن مسعود / بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، کوئٹہ، مکتبہ رشیدیہ 7/101 بحوالہ: خالد علوی / انسانِ کاملؐ، ص301۔

[36] ظفر علی قریشی / شان رسالت میں گستاخی کی بحث کا تنقیدی جائزہ، سرگودھا، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، 1995، ص39۔

[37] فضل الرحمٰن / محمد ﷺ بحیثیت عسکری قائد، لاہور، اسلامک پبلی کیشنز، 1995ء۔ ص49۔

[38] ایضاً۔ ص52۔

[39] ایضاً، فضل الرحمن / محمد ﷺ بحیثیت عسکری قائد۔ ص254۔

[40] حوالہ سابقہ، ص260ء

[41] ابن أبي شيبة، أبو بكر عبد الله بن محمد بن أبي شيبة العبسي الكوفي، المتوفىٰ 235 هـ»، المصنف، كتاب السير، في الإجازة على الجرحى واتباع المدبر، المحقق: سعد بن ناصر بن عبد العزيز أبو حبيب الشثري، الناشر: دار كنوز إشبيليا للنشر والتوزيع، الرياض – السعودية، الطبعة: الأولى، 1436هـ - 2015م، 418/18.

[42] بلاذری / فتوح البلدان ص47۔

[43] الترمذي، «أبو عيسى محمد بن عيسى (المتوفىٰ 279هـ)، الجامع الكبير (سنن الترمذي)، أبواب الديات، باب ما جاء في النهي عن المثلة، المحقق: بشار عواد معروف، الناشر: دار الغرب الإسلامي، بيروت، الطبعة: الأولى، 1996م، 78/3-

[44] سنن أبي داود، كتاب الخراج والفيء والإمارة، باب تعشير أهل الذمة إذا اختلفوا بالتجارات، 4/ 656-

[45] سنن أبي داود، كتاب الجهاد، باب في النهي عن المثلة، 300/4-

[46] السيوطي، عبد الرحمن بن أبي بكر، جلال الدين، (المتوفىٰ 911هـ)، تاريخ الخلفاء، الخلفاء الراشدون، الخليفة الأول: ابو بكر الصديق رضي الله عنه، المحقق: حمدي الدمرداش، الناشر: مكتبة نزار مصطفى الباز، الطبعة: الطبعة الأولى: 1425هـ-2004م، ص:81-

[47] المصنف لابن أبي شيبة، كتاب السير، من ينهى عن قتله في دار الحرب، 376/18-